شاہ ولی اللہ اور سر سید احمد خاں کا تصورِ تاویل: تقابلی جائزہ

A Comparative Study of Shah Waliullah and Sir Syed Ahmad Khan's Concept of Taweel

Muhammad Rehan khan
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad
Email: rehan59111@gmail.com
Wajid Ali
PhD Scholar, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad
Email: wali40928@gmail.com
Mohsin Tasawar
Phd Scholar, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad
Email: muhsintsawar@gmail.com

Abstract
Shah Waliullah and Sir Syed Ahmed Khan are the two prominent persons in the Islamic history. They are the seminal scholars of their time. They got the reputation in the field of understanding the Holy Quran in the Subcontinent, as they two wrote the principles of understanding the Quran. In understanding the Holy Quran, Taweel is the term which remained under the debate in the early comers (Mutaqadimeen). They and late comers, Mutakhireen, differentiated between Tafsir and Taweel according to their understanding and their tastes in the understanding the Quran. Thus, it is necessary to understand the meaning of Tafsir and Taweel of Shah Waliullah and Sir Syed Ahmed's concept and the difference between them according to their understanding. After understanding and analyzing the concept of Taweel and Tafsir of Shah Waliullah and Sir Syed Ahmed Khan, this research finds that Shah Waliullah used the term at broader level. He used Taweel as a tool of understanding of meaning under the umbrella of Quran, Hadith and Fiqh. On the other hand, Sir Syed used this term at shorter level, putting it only under the Quran as the tool of understanding the meaning in at notorious level. This research is a qualitative research in which analytical method has been used to do understand and analysis of the opinion of the two.
Keywords: Taweel, Tafsir, Quran, Shah Waliullah, Sir Syed Ahmed Khan

تعارف:

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کی شخصیت فہمِ قرآن میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔شاہ صاحب نے فہمِ قرآن کے حوالہ سے ایک مستقل رسالہ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر تحریر فرمایا تھا۔اس لئے برصغیر پاک وہند میں شاہ صاحب کو فہمِ قرآن کے میدان اور اس کی مشکلات کی گھتیاں سلجھانے میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔اسی طرح برصغیر میں ہی ایک دوسری طرف سر سید احمد خاں کو بھی فہمِ قرآن میں اہمیت حاصل ہے، جس کی بنیاد پر سر سید مکتبِ فکر کا وجود ہوا۔

تاویل ایک ایسا لفظ ہے، جس پر نہ صرف متقدمین کے درمیان پر تبادلہ خیال ہوا، بلکہ متاخرین اور بعد کے حضرات نے بھی تاویل اور تفسیر کے مفہوم میں طبع آزمائی کی۔اسی تفسیر اور تاویل کے مفہوم کے بیان میں شخصیات اور مکتبِ فکر میں اختلاف پیدا ہوا۔اسی اختلاف کے پیشِ نظر شاہ صاحب اور سر سید کی شخصیات کو چنا گیا، تاکہ ان دونوں کے قرآن مجید میں تفسیر اور تاویل کے مفہوم کو سمجھا جاسکے،اور ان میں موازنہ کیا جاسکے۔تاویل اور تفسیر کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے مذکورہ دونوں شخصیات کی اپنی کتب کو بنیاد بنایا گیا،اور ان کی کتب سے ہی ان کا تاویل اور تفسیر کا تصور اخذ کیا گیا۔نتیجتاً یہ بات سامنے آئی کہ سر سید تاویل کے مفہوم ایک دوسرے اور جدید انداز میں بیان کرتے ہیں، دراں حالیکہ اس کی اصل متقدمین میں سے ملتی ہے۔تاہم سر سید اس مفہوم کو محدود کر دیتے ہیں، جبکہ شاہ صاحب نے تاویل کو عام استعمال کرتے ہوئے،اس کو کئی معنوں میں بیان کیا اور استعمال کیا ہے۔جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے تاویل کے مفہوم کو قرآن، حدیث، فقہ تینوں گوشوں میں سمویا ہے۔جبکہ سر سید صرف قرآن مجید تک ہی محدود رہے ہیں۔

ا۔ تفسیر اور تاویل کے لغوی واصطلاحی معنٰی:

تفسیر کے لغوی معنٰی کھولنے،اظہار کرنے اور توضیح کرنے کے آتے ہیں[(1)] اور اصطلاح میں قرآن مجید کی آیات کی توضیح کرنے اس کے سببِ نزول، لغت اور دلالتِ ظاہری کے اعتبار سے الفاظ کے مشترک، مجمل، مشکل اور خفی معانی کی مزید وضاحت کرنے کو تفسیر کہا جاتا ہے۔[(2)] جبکہ تاویل کے لغوی معنٰی لوٹانے اور پھیرنے کے آتے ہیں،اور اصطلاح میں قرآن کے الفاظ کو اس کے ظاہری معنٰی کے علاوہ دیگر معانی جو قرآن وسنت کے موافق ہوں،کی طرف پھیرنے کو تاویل کہا جاتا ہے۔[(3)] مثال کے طور پر قرآن مجید کی ایک آیت میں یہ الفاظ آتے ہیں"**یخرج الحیی من المیت**"[(4)] یعنی اللہ تعالیٰ مردہ سے زندہ چیز کو نکالتا ہے۔اب اگر کوئی اس آیت کا یہ مفہوم بیان کرے کہ انڈے سے ایک پرندہ نکلتا ہے، تو یہ اس کی تفسیر ہوگی،اور اگر کوئی یہ بیان کرے کہ مؤمن کی اولاد

میں سے بھی کا فر نکل آتے ہیں، تو یہ اس آیت کی تاویل ہو گی۔ یہ تعریف تفسیر و تاویل کے عمومی مفہوم کے اعتبار سے کی گئی ہے، کیونکہ تفسیر اور تاویل کے مابین فرقِ وجوہ بیان کرتے ہوئے، کئی حضرات نے تاویل کی تعریفات مختلف کی ہے، جن کا ذکر تفسیر و تاویل کے فرقِ وجوہ کے ضمن میں آتا ہے۔

ب۔ قرآن مجید میں لفظ "تفسیر و تاویل" کا استعمال:

قرآن مجید میں لفظ تفسیر بیان اور تفصیل کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلاَ يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلاَّ جِئْنَاكَ بالحق وَأَحْسَنَ تَفْسِيراً (5)

ہم نہیں لائے آپ کے پاس کوئی بھی مثال مگر حق سچ اور سب سے اچھی تفصیل و بیان کے ساتھ۔

اس کے علاوہ اگر لفظ تاویل کو دیکھا جائے تو قرآن مجید میں تاویل بھی متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران میں لفظ تاویل تفسیر اور تعیین کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابتغاء الفتنة و ابتغاء تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ الله(6)

ترجمہ: رہے وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں کجی ہے، تو وہ تشابہ آیات سے فتنہ تلاش کرنے اور ان کی تاویل کی کھوج میں رہتے ہیں، دراں حالیکہ ان کی تاویل (متعین معنیٰ) سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

مذکورہ آیت میں تاویل کسی لفظ کے اٹل اور متعین معنیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مفسرین اور متقدمین میں سے بعض حضرات کے نزدیک تاویل کے یہی معنیٰ پائے جاتے ہیں، جیسا کہ آگے تفصیل سے آتا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں تاویل ٹھکانے اور انجام کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ سورہ نسآء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى الله والرسول إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بالله واليوم الآخر ذلك خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً(7)

ترجمہ: پھر اگر تمہارے مابین کسی چیز میں تنازعہ ہو جائے، تو تم اس کو لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر۔ یہ زیادہ بہتر بات ہے، اور زیادہ بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

پھر سورہ اعراف اور سورہ یونس میں تاویل اخروی انجام کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ(8)

ترجمہ: وہ انتظار نہیں کرتے مگر عذاب کی خبر کا، اس دن کو یاد کرو جب اس اس کا اخروی انجام سامنے آئے گا۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر لفظ تاویل حقیقت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

بَلْ كَذَّبُواْ بِمَا لَمْ يُحِيطُواْ بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ[9]

ترجمہ: بلکہ انہوں نے جھٹلایا، اس چیز کو جس کے علم کا احاطہ یہ نہ کر سکے، اور نہ ہی ان کے پاس اس کی حقیقت آئی۔

اسی طرح قرآن مجید میں پانچ مقامات پر تاویل کا لفظ خواب کی تعبیر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جن میں سے یہ پانچوں مقامات حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بتانے کے لئے ہی استعمال ہوئے ہیں۔[10]

چنانچہ سورہ یوسف میں اللہ کا ارشاد ہے:

وكذلك يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الأحاديث[11]

ترجمہ: اسی طرح آپ کے رب نے آپ کو چنا ہے، اور آپ کو خوابوں کی تعبیر کی تعلیم دیتا ہے۔

سورہ یوسف میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ لاَ يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلاَّ نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ[12]

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے کہا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے، اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتلادوں گا۔

سورہ یوسف میں ہی خواب کی تعبیر کے لئے تاویل کا لفظ استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قالوا اضغاث احلام، وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الأحلام بِعَالِمِينَ[13]

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ تو پریشان کن خواب ہیں، اور ہمیں خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں۔

سورہ یوسف میں ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب کی تعبیر بتلانے کے لئے لفظ تاویل استعمال ہوا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے:

أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ[14]

ترجمہ: میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتلاتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب کی جب تعبیر دیکھی، تو اس وقت بھی ارشاد فرمایا:

هذا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ[15]

یہ اس خواب کی تعبیر ہے، جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔

سورہ کہف میں لفظ تاویل کسی قول کی وجہ اور مفہوم کے لئے استعمال نہیں ہوا، بلکہ کسی عمل کے پیچھے کارفرما پوشیدہ وجہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت خضر کے واقعہ میں انہوں نے اپنے عمل کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْراً[16]

ترجمہ: قریب ہی میں تمہیں اس کی وجہ بتاؤں گا، کہ جس پر تم صبر نہ رکھ سکے۔

اسی ضمن میں مزید ارشاد ہے:

ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْراً[17]

ترجمہ: یہ اس بات کی تاویل ہے، کہ جس پر تم صبر نہ رکھ سکے۔

ج۔ تفسیر اور تاویل کی حقیقت:

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ کسی بھی لفظ کو اس کے حقیقی یا مجازی معنیٰ کے اعتبار سے واضح کرنے کو تفسیر کہا جاتا ہے، جیسا کہ لفظ صراط سے راستے کی تفسیر۔ اور تاویل متکلم کی مراد کی حقیقت سے قریب تر مفہوم بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ پس تفسیر کا تعلق متکلم کے الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے، اور تاویل کا تعلق متکلم کی مراد کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان ربک لبا لمرصاد۔" یعنی آپ کا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔ اب لفظی طور پر مرصاد الرصد سے ہے، جس کا معنیٰ گھات لگانے کے آتے ہیں۔ لیکن تاویل اس آیت کی یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہلکا جاننے اور سمجھنے سے ڈرایا جارہا ہے۔ مذکورہ آیت کی تفسیر و تاویل کو دیکھا جائے، تو یہ بات واضح ہوگی کہ تفسیر کا تعلق روایت کے ساتھ ہے، اور تاویل کا تعلق درایت کے ساتھ ہے، مگر اس کے بھی کچھ اصول ہیں، جو مفسرین نے بیان کئے ہیں، ان کا ذکر آگے آتا ہے۔

1۔ سَلف کے نزدیک تاویل کا مفہوم:

متقدمین سلف کی کتب کو دیکھا جائے، تو انہوں نے تاویل کو دو قسم کے معانی میں استعمال کیا ہے۔ پہلا یہ کہ کسی بھی کلام کے معنیٰ کے بیان اور توضیح کے لئے استعمال ہوا ہے۔ پھر چاہے وہ معنیٰ یا توضیح اس کے ظاہر سے مطابقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ نیز اسی مفہوم میں ان حضرات نے تفسیر اور تاویل دونوں کو اپنے کتابوں میں مترادف کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ مشہور مفسر ابن جریر طبری بھی اپنی تفسیر میں کسی بھی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ان الفاظ سے ابتدا کرتے ہیں:

"القول في تأويل الاستعاذة"[18]

ترجمہ: استعاذہ کے مفہوم و معانی کے بیان میں۔

اسی طرح ابن جریر طبری اصحابِ تفسیر کے لئے بھی اھل التاویل کا لفظ استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وقد اختلفَ أهلُ التأويل في أعيان القوم الذين أنزل الله جل ثناؤه هاتين الآيتين[19]

ترجمہ: اصحاب تفسیر نے ان قوموں کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جن کے بارے میں یہ دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں۔

متقدمین سلف کے یہاں تاویل کا دوسرا مفہوم کسی بھی کلام کی نفس مراد ہے۔ جیسا کہ اگر وہ کلام امر یعنی فعل کا مطالبہ ہو، تو یہاں اس کلام کی تاویل مطلوب نفسِ فعل ہو گا، اور اگر کلام میں خبر ہو، تو جس چیز کی خبر دی جارہی ہے، وہ اس کلام کی تاویل ہو گی۔ جیسے سورج طلوع ہوا، تو یہ خبر ہے۔ اس کلام کی تاویل نفسِ سورج طلوع ہونا ہے، اور اگر کسی سے کہا جائے، کہ پانی لاؤ تو اس میں تاویل پانی کا مطالبہ ہو گی۔ پس تاویل کے دونوں مفاہیم میں یہ فرق ہے کہ پہلے مفہوم میں عقلی اور فلسفیانہ دلائل کے استعمال کا غلبہ ہے، اور دوسرے مفہوم میں مفہومِ عام کا دخل ہے۔ اسی دوسرے مفہوم کو ابن تیمیہ نے لغتِ قرآن بھی قرار دیا ہے۔[20]

پھر متاخرین فقہاء اور متکلمین کے نزدیک کسی لفظ کے راجح معنیٰ سے مرجوح کی طرف کسی مضبوط دلیل کی بنیاد پر جانے کو لفظ "تاویل" سے تعبیر کیا جانے لگا۔ اسی وجہ سے متاخرین میں سے جب بھی کوئی اصولِ فقہ میں یا اختلافی مسائل میں بحث کرتا، تو عمومی طور پر اس طرح کے الفاظ استعمال کیا کرتا تھا کہ:

"هذا الحديث او هذا النص موول او محمول على كذا"

ترجمہ: یہ حدیث یا یہ نص موول ہے یا یہ اس بات پر محمول ہے۔

چنانچہ مشہور اصولی امام قرافی المتوفیٰ 684ھ اپنی کتاب "الفروق" میں رقمطراز ہیں:

فالظاهر أن الحديث مؤول[21]

ترجمہ: پس ظاہر ہے کہ یہ حدیث موول ہے۔

2۔ متکلمین اور مسلم فلاسفہ کے نزدیک تاویل کا مفہوم:

تفسیر اور تاویل کے بارے میں قدیم مفسرین، اصولیین اور محدثین کے ہاں ایک مفہوم پایا جاتا ہے، جبکہ مسلمان فلاسفہ اور متکلمین کے مابین اس کا مفہوم دیگر حضرات سے مختلف پایا جاتا ہے۔ اگر چہ ان کے علاوہ بھی دیگر اقوال سامنے آتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق کو چھانا جائے، تو صحابہ اور تابعین کے دور میں تاویل کے مفہوم میں اختلاف نہیں تھا، بلکہ مقدمین کے ہاں من وجہ تاویل اور تفسیر ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتا تھا۔ پھر اس کے بعد جب یونانی فلسفہ کے اثرات مسلمانوں کے درمیان آنا شروع ہوئے، تو مسلمانوں کے مابین تاویل کے مفہوم اور اس کی حیثیت کے بارے میں اختلاف ہونے لگا۔ ایک قسم کا گروہ وہ سامنے آیا جو فلسفہ سے متاثر ہوا، اور قرآن مجید کی جس آیت کی ظاہری طور پر توجیہ و تفسیر فلسفہ و عقل سے متصادم نظر آئی، تو انہوں نے ہر اس آیت کی تشریح میں عقلی گھوڑے دوڑانا شروع کر دیئے، اور اسی مفہوم میں انہوں نے تاویل کو لیتے ہوئے، تاویل کو اصلِ اصول میں سے قرار دینا شروع کر دیا۔[22]

دیکھا جائے، تو ان مسلم فلاسفہ و متکلمین کے نزدیک تاویل کسی بھی آیت یا لفظ کے اس کے ظاہری معنیٰ سے کسی دوسرے اس طرح کے معنیٰ کی طرف پھیرنا ہے جو عقل اور فلسفہ کے اصولوں کے قریب قریب ہو، ان کو اس چیز سے کوئی غرض نہیں تھی کہ یہ تاویل کیا قرآن مجید کی دیگر آیات اور دین کے اصولوں سے متصادم ہے یا نہیں۔ اسی بناء پر بعض نے صفاتِ الٰہیہ میں تشبیہ سے، بعض نے تمثیل سے اور بعض نے تکییف سے کام لینا شروع کر دیا۔(23)

د۔ تفسیر اور تاویل کے مابین فرق متقدمین اور متاخرین کے اقوال کی روشنی میں:

درج بالا جو ابحاث گزری ان سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ تفسیر کن معنیٰ میں استعمال ہوتا آیا ہے، اور تاویل کن معنوں میں استعمال ہوتا آیا ہے۔ جہاں تک دونوں کے مابین فرقِ وجوہ کا تعلق ہے، تو یہ بحث بھی قدیمی چلی آرہی ہے، اسی وجہ سے تفسیر اور تاویل کے فروق بیان کرتے ہوئے، سلف اور خلف سے بہت سے اقوال سامنے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض حضرات کے بارے میں یہ بھی ملتا ہے کہ انہوں نے کہا اگر کسی نے تفسیر اور تاویل کے مابین فرق کے بارے میں سوال کیا تو وہ ہدایت نہیں پاسکے گا۔(24) حالانکہ اب دیکھا جائے، تو تفسیر اور تاویل کا مفہوم اپنے ارتقائی مرحلہ سے گزر چکا ہے، اور اب سلف مفسرین، متقدمین، اصولیین اور متکلمین سب کا تفسیر اور تاویل کا لیا ہوا مفہوم اور ان کا استعمال ہمارے سامنے ہے، اس لئے دونوں کے مابین فروق بیان کرنا ہمارے لئے آسان ہے۔

چنانچہ تفسیر اور تاویل کے فروق کے ضمن میں بنیادی طور پر ہمارے سامنے سات اقوال آتے ہیں۔ پہلا قول امام ابو عبیدہ اور ایک جماعت کا رہا ہے کہ تفسیر اور تاویل ہم معنیٰ اور ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ تفسیر اور تاویل کا یہ مفہوم متقدمین کے ہاں بھی رہا ہے۔ جیسا کہ امام طبری نے تفسیرِ طبری میں تاویل کو تفسیر کے معنیٰ میں ہی جا بجا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر وہ فرماتے ہیں۔

"القول في تأويل الاستعاذة"(25)

ترجمہ: استعاذہ کی تفسیر کے بیان میں بحث۔

دوسرا قول امام راغب اصفہانی کا ہے۔ ان کے نزدیک تفسیر اور تاویل میں عموم و خصوص کی نسبت پائی جاتی ہے۔ تفسیر تاویل کی نسبت زیادہ عام ہے۔ تفسیر کا تعلق الفاظ کے ساتھ ہے، اور تاویل کا معانی و بیان کے ساتھ ہے۔ نیز تاویل کی ضرورت کتبِ الٰہیہ میں ہی ہوتی ہے، اور تفسیر کتبِ الٰہیہ و غیر الٰہیہ میں بھی کی جاسکتی ہے۔ تفسیر کا استعمال زیادہ تر مفرد الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے، اور تاویل کا جملوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ پھر تفسیر قرآن کے غریب الفاظ جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلۃ وغیرہ کی وضاحت یا پھر متکلم کی بات کی مراد اور تشریح و توضیح کے لئے استعمال ہوتی ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے۔ اقیموا الصلاۃ و آتو الزکاۃ۔ اب نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے سے اللہ کی کیا

مراد ہے؟ نماز کتنے وقت پڑھنی ہے؟ نماز کا کیا وقت ہے؟ زکاۃ کتنے مال پر اور کب ادا کرنی ہے وغیرہ۔ ان سب باتوں کی تشریح و توضیح تفسیر کہلاتی ہے۔ مزید متکلم کی کسی ایسی بات کہ جس کے پسِ منظر یا واقعہ کے بنا اس کی بات کو سمجھنا ممکن نہ ہو، اس کا بیان بھی تفسیر ہی کہلاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

انما النسی ء زیادۃ فی الکفر[26]

ترجمہ: نسی کفر میں زیادتی ہے۔

اب نسی سے مراد ہے؟ اس کے پیچھے پورا ایک پسِ منظر اور واقعہ ہے کہ جس کے بنا اس کو سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے برعکس تاویل کا تعلق چونکہ معانی سے ہے، اس لئے عربی زبان کا کوئی لفظ کبھی عام استعمال ہوتا ہے، اور کبھی خاص ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ لفظ کفر ہے کہ کبھی یہ کفرِ مطلق کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور کبھی وجودِ باری تعالیٰ کے انکار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ ایمان بھی ہے کہ کبھی وہ تصدیق مطلق کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور بسا اوقات دینِ حق کی تصدیق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یا پھر تاویل کی ضرورت ان الفاظ کے معانی میں پڑتی ہے، جب ایک لفظ متعدد معانی کے لئے استعمال ہوتا ہو، جیسا کہ مادۃ "**وجد**" کہ **جد، وجد،** اور **وجود** سب کے لئے استعمال ہوا کرتا ہے۔[27]

تیسرا قول ابو منصور ماتریدی کا ہے۔ ان کے نزدیک تفسیر اور تاویل کے مابین نسبت تباین اور متضاد ہونے کی ہے۔ تفسیر وہ قطعی طور پر یہ بات کہنا ہے کہ اس لفظ سے اللہ کی مراد یہ ہے۔ پھر اگر اس بات کی مضبوط دلیل ہو تو وہ تفسیر درست ہے وگرنہ وہ تفسیر بالرائے مذموم ہوگی۔ اس کے برعکس تاویل کسی لفظ یا بات کے دو احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو بنا کسی قطعی دلیل کے راجح قرار دینا ہے۔[28]

دیکھا جائے تو ابو منصور ماتریدی کا تعلق متکلمین میں سے ہے، اور انہوں نے تاویل کا مفہوم وہی بیان کیا ہے، جو مسلم فلاسفہ اور متکلمین نے تاویل کو لیا اور استعمال کیا ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ بعض متکلمین نے تاویل اسی مفہوم کے اندر درست طریقہ پر استعمال کی ہے، اور بعض نے غیر صحیح طریقے اپنائے ہیں۔

چوتھا قول مشہور مفسر ابو طالب ثعلبی المتوفیٰ 427ھ کا ہے۔ ان کے نزدیک کسی بھی لفظ کا یہ بیان ہے کہ یہ وہ حقیقی طور پر استعمال ہوا ہے یا مجازی طور پر۔ جیسے لفظ صراط کی تشریح راستے سے کی گئی ہے، اور "الصیب" کی بارش سے کی گئی ہے، اور تاویل کسی لفظ کے پیچھے متکلم کی مراد کا بیان ہے۔ جیسے إِنَّ رَبَّكَ **لبالمرصاد** کہ آپ کا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔ اب اس لفظ کا ظاہری معنیٰ تو گھات لگانا ہے، لیکن اللہ کی مراد یہ نہیں کہ اللہ شکار کی طرح گھات لگائے ہوئے ہے، اور موقع پانے پر شکاری کی طرح انسان پر لپک پڑے گا، بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ انسان کو آنے وقت

سے آگاہ کر رہا ہے کہ تمہارا وقتِ امتحان ہے، جیسا کہ ایک شکار کا ہوتا ہے، اور جیسے ایک شکار کا وقت بھی پورا ہوتا ہے، تمہارا وقت بھی پورا ہونے والا ہے، اس لئے اپنے آپ کو تیار کر لو۔[29]

پانچواں قول مشہور مفسر امام بغوی متوفی 510ھ کا ہے۔ ان کے نزدیک کسی بھی آیت سے متعلق واقعہ اور سببِ نزول کی نسبت سے کلام کرنا تفسیر کہلاتا ہے، اور کسی آیت کے سیاق وسباق کی موافقت کے اعتبار سے اس کے کسی ایک محتمل معنیٰ کو لینا تاویل کہلاتا ہے۔[30] مثال کے طور قرآن مجید میں سورہ مزمل ہے:

ورتل القرآن ترتيلا[31]

ترجمہ: قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

اس آیت کی شان، قصہ اور نزول کے اعتبار سے تشریح اس کی تفسیر ہوگی۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کی روایات سے ابتدائے وحی کے واقعات کی تفصیل کے ساتھ ان آیات کی تشریح کی جاتی ہے۔ اور اس آیت کا سیاق وسباق یہ بتاتا ہے کہ اس قیام کے ساتھ تلاوتِ قرآن کا بھی حکم دیا جارہا ہے، لیکن آگے ہی ایک بھاری کلام کے القاء کا بھی ذکر ہے، اس لئے یہاں ترتیل سے مراد محض تلاوت نہیں، بلکہ تدبر بھی ہے، تاکہ آنے والے کلام کے القاء کے ساتھ انسیت بھی ہو، اور اس کے سمجھنے میں بھی کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

چھٹا قول بعض حضرات کا یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت کے ساتھ اور تاویل کا تعلق درایت کے ساتھ ہے۔[32] یعنی کسی بھی آیت کی تشریح وبیان اگر تو قرآن کی کسی دوسری آیت، حدیث، قولِ صحابی یا قولِ تابعی سے کی جائے، تو اس کو تفسیر کہا جاتا ہے۔ جسے دوسری اصطلاح میں تفسیر منقول وماثور بھی کہا جاتا ہے۔ پھر اگر اسی آیت کی تشریح وتوضیح نقل کے بجائے عقل سے کی جائے، تو اسے تاویل کہا جاتا ہے، جسے دوسری اصطلاح میں تفسیر بالرائے بھی کہا جاتا ہے۔

ساتوں قول یہ ہے کہ وضعِ عبارت سے جو معانی مستفاد ہو، وہ تفسیر ہے، اور اشاری طور پر جو معانی مستفاد ہو، وہ تاویل ہے۔ اسی کو دوسری اصطلاح میں تفسیرِ اشاری بھی کہا جاتا ہے۔ تاویل کے اس مفہوم کو بیان کرتے ہوئے مشہور محمود آلوسی متوفی 1270ھ ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

وعندي أنه إن كان المراد الفرق بينهما بحسب العرف فكل الأقوال فيه ما سمعتها وما لم تسمعها مخالفة للعرف اليوم إذ قد تعارف من غير نكير أن التأويل إشارة قدسية ومعارف سبحانية تنكشف من سجف العبارات للسالكين وتنهل من سحب الغيب على قلوب العارفين[33]

ترجمہ: میرے نزدیک اگر تفسیر اور تاویل کے مابین فرق کو عرف کے اعتبار سے دیکھا جائے، تو اس سلسلے میں جتنے اقوال بھی میں نے سنے ہیں، اور جو نہیں بھی سنے، تو وہ آج کے عرف سے متصادم ہیں، کیونکہ آج آپ اس بات پر نکیر نہیں کروگے کہ تاویل اشارہ قدسیہ اور معارف سبحانی ہے، جو کہ عبارات میں غور کرنے سے سالکین پر عیاں ہوتی ہیں، اور عارفین کے قلوب پر غیب کے بادلوں سے اترتی ہیں۔

مذکورہ اقوال میں جو سب سے زیادہ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے، اور تاویل کا درایت سے ہے۔ کیونکہ تفسیر کا مفہوم ہی یہی ہے کہ اللہ کی مراد سے پردہ ہٹایا جائے، اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب اللہ کی مراد یا تو اللہ نے خود بتلائی ہو، یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہو، یا پھر صحابہ کرام سے منقول ہو، جنہوں نے نزولِ آیات کا خود سے مشاہدہ کیا ہے۔ جہاں تک تاویل کا تعلق ہے، تو تاویل کسی لفظ کے کئی محتملات میں دلیل کی بنیاد پر ایک کو راجح قرار دینے کو کہا جاتا ہے، اور ترجیح اجتہاد کی بنیاد پر ہی کی جاتی ہے، جس میں قرآن کے مفردات، اور لغتِ عرب میں اس کے مدلولات، اور ان کا دیگر سیاق میں استعمال اور اسالیبِ عربیہ سے واقف ہونا ضروری ہے۔(34)

تاویل کی اقسام:

قرآن مجید میں اور متاخر اصولیین کو دیکھا جائے تو تاویل کی دو بنیادی اقسام ہماری نظروں کی سامنے آتی ہیں۔ ایک تاویلِ فعلی اور دوسری تاویلِ لفظی۔ کسی بھی فعل یا کام کی حکمت اور اس میں پوشیدہ فوائد کی نشاندہی کرنا اور اس کو بتلانا، گو کہ پہلے وہ فعل ظاہراً غیر موافق اور خلافِ حکمت معلوم ہوتا ہو، تاویلِ فعلی کہلاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ و خضر کے واقعہ میں مذکور ہے کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ میں آپ کو اس فعل کی تاویل بتلاؤں گا کہ جس پر آپ صبر نہ رکھ سکو گے۔(35)

تاویل کی دوسری قسم تاویلِ لفظی ہے۔ کسی بھی لفظ کی اس کے ظاہری طور پر متبادر معنیٰ و مفہوم کی بجائے اس کے غیر ظاہری معنیٰ و مفہوم کے مطابق تشریح یا مفہوم بیان کرنا تاویل کہلاتا ہے۔ تاویل کا یہ مفہوم متاخرین کے نزدیک ہے کیونکہ متقدمین کے نزدیک تاویل تفسیر کے معانی میں ہی بیان ہوتا تھا۔(36)

شاہ ولی اللہ کا تصورِ تفسیر و تاویل:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تاویل اور تفسیر یا پھر لفظ تاویل پر تو مستقل بحث کسی مقام پر نہیں کی، تاہم شاہ صاحب نے مختلف کتب میں دیگر مضامین کے بیان کے تحت تاویل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ شاہ صاحب نے تاویل کا لفظ مختلف مقامات پر مختلف مضامین کے بیان کے تحت استعمال کیا ہے، جس سے نہ صرف ان

مختلف مضامین کا علم ہوتا ہے، جن کے تحت شاہ صاحب نے تاویل کا لفظ استعمال کیا ہے، بلکہ شاہ صاحب کے نزدیک تاویل کے مختلف معانی بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تاویل بمعنیٰ تفسیر و تعیینِ مذموم:

شاہ صاحب نے الفوز الکبیر میں تاویل کو تفسیر و تعیین کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ شاہ صاحب نے یہاں تفسیر و تعیین مذموم کے مفہوم میں استعمال کیا ہے، چنانچہ شاہ صاحب کے نزدیک شارع کا مقصد متشابہاتِ قرآنیہ کی تاویلات میں بے جا مغز زنی سے بچانا ہے۔ اسی طرح صفاتِ الٰہیہ کی حقیقت کو تصویر شکل دینا، اور قرآن میں مبہم شخصیات کے اسماء، قصص کے استقصاء اور اس کے علاوہ اسی کے مثل امور میں تاویلات کرنا درست نہیں۔([37])

یہاں شاہ صاحب نے تاویل کو اسی معنیٰ میں لیا ہے، جس معنیٰ میں قرآن مجید "**ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله**" ([38])لیتا ہے۔ یعنی تاویل کسی آیت، صفت یا شخصیت وغیرہ کی تعیین و تخصیص کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ یہاں تاویل تفسیر مذموم یعنی تاویلِ مذموم کے لئے استعمال ہوا ہے۔

تاویلِ قصص انبیاء:

شاہ ولی اللہ علومِ تفسیر میں " تاویل قصص الانبیاء" کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔ شاہ صاحب خود اس مقام پر اپنی تاویل کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جتنے بھی انبیاء کے قصے وواقعات بیان ہوئے ہیں، ان میں سے ہر ایک قصے کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاحیت، مزاج یا استعداد یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی طبیعت، صلاحیت اور مزاج کے ساتھ کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہوتا ہے۔ اب اسی تعلق کی نشاندہی کرنا قصص انبیاء کی تاویل بیان کرنا ہے۔ شاہ صاحب اس مقصد کے لئے ایک اور اصطلاح استعمال کرتے ہیں، جسے وہ تاویل الاحادیث کا بھی نام دیتے ہیں۔ جس پر شاہ صاحب نے ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے۔([39])

شاہ صاحب کی تاویل قصص انبیاء کی اصطلاح سے اپنی وضاحت کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ تاویل کے اگر لغوی واصطلاحی مفہوم کو دیکھا جائے، تو شاہ صاحب کے مطابق یہاں تاویل سے مراد کسی بھی بات کی گہرائی اور حقیقت تک پہنچنا ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ شاہ صاحب اس طرح کی تاویل کو اٹل حقیقت نہیں مانتے بلکہ جیسے وہ تاویل محمود کے قائل ہیں، ویسے ایک اور مقام پر انہوں نے تاویل مذموم کو بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

تاویل بمعنیٰ مصداق:

شاہ صاحب نے متعدد مقامات پر کوئی مسئلہ یا کوئی نکتہ بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اس بات کی تاویل وہی ہے کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں یا یوں بیان کیا ہے۔ جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ میں ایک مقام پر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب مستعمل الفاظ درجہ میں متقارب ہوں، تو بسا اوقات شریعت الہیہ کی نصوص کو ان کے محمل کے علاوہ دیگر پر محمول کر لیا جاتا ہے۔ اور یہ ہر ایک انسان کی صلاحیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اس بات کی تاویل وہی ہے کہ جس کی حکایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بیان کی گئی ہے۔ (40)

یہاں شاہ صاحب نے تاویل کو کسی بھی بات کے مصداق کے معنیٰ میں لیا ہے۔ چنانچہ کوئی بھی علم والا دانا شخص جب کوئی اپنی رائے دیتا ہے یا کسی مسئلہ کو بیان کرتا ہے، تو وہ اس کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اس میں کوئی ایک چیز یا وجہ ایسی دیکھ لیتا ہے، کہ اس کو وہ وجہ یا علت ایک نظیر کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں نظر آجاتی ہے، تو وہ اس کو یوں بیان کرتا ہے کہ اس بات کا مصداق وہ والی روایت ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اسی مصداق کو شاہ صاحب تاویل کا نام دیتے ہیں۔ اس مقام پر شاہ صاحب نے تاویل کو حدیث اور اس کی تطبیق کے معنیٰ میں لیا ہے۔

تاویل بمعنیٰ مفہومِ غیر ظاہری:

شاہ صاحب ایک اور مقام پر تاویل اور موؤل لفظ کا استعمال کرتے ہیں۔ یہاں شاہ صاحب تاویل اصولِ فقہ کے اعتبار سے استعمال کرتے ہیں، جو کہ نصوص کی فہم کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔ شاہ صاحب متناقض احادیث کے بارے میں بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر حدیث پر عمل کیا جائے گا، الا کہ یہ دو حدیثوں کے مابین اس طرح کا تناقض پیدا ہو جائے کہ ان کے مابین جمع و تطبیق ممکن نہ ہو۔ پھر اگر دو ظاہرا متضاد روایات سامنے آجائیں، تو اگر وہ دو روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کی حکایت ہوں، یعنی ایک صحابی کسی ایک فعل کو بیان کر رہا ہو، اور دوسرا کسی دوسرے فعل کو، تو اس صورت میں کوئی تعارض نہیں ہوگا۔ اگر وہ بابِ عادات سے متعلق ہوں، تو وہ دونوں فعل مباح ہوں گے اور اگر وہ باب عبادت سے متعلق ہوں، تو ایک مستحب ہوگا، دوسرا جائز ہوگا، یا پھر وہ دونوں مستحب ہوں گے یا پھر دونوں واجب ہوں گے، کہ ایک کے ادا سے دونوں ادا ہو جائیں گے۔ اس طرح کے اعمال کی بیشمار مثالیں موجود ہیں، جیسے گیارہ رکعت وتر، یا کندھوں یا کانوں تک رفع یدین وغیرہ۔ اور اگر ان دونوں روایات میں سے ایک حکایتِ فعل ہو، اور دوسری نقل قول ہو، تو پہلے ان میں جمع تطبیق کی جائے گی، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ان میں نسخ کو دیکھا جائے گا، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ان دونوں کے معانی کو دیکھا جائے گا۔ ان میں سے

اگر ایک معنوی اعتبار سے ظاہر ہو، اور دوسری موؤل ہو، اور موؤل میں دور کے اور بے جا احتمالات نہ ہو تو موؤل کو لے لیا جائے گا، یا پھر اس کی کوئی تاویل کسی صحابی سے مروی ہو تو اس کو لے لیا جائے گا۔([41])

یہاں بھی شاہ صاحب نے تاویل کو اس کے ظاہری معنٰی کے علاوہ غیر ظاہری معنٰی کے لئے استعمال کیا ہے۔ اس مقام پر شاہ صاحب نے تاویل کو حدیث کے میدان میں استعمال کیا ہے، جو کہ ایک طرح سے فقہ کے مآل کے طور پر سامنے آتا ہے۔ ملحوظ رہے کہ تاویل کا یہ مفہوم اصولیین کے ہاں پایا جاتا ہے، جس کا ذکر پہلے تفصیل سے ہو چکا ہے۔

تاویل بمعنٰی تفسیر:

شاہ صاحب نے تاویل کو تفسیر کے معنٰی میں بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت "فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ" بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تعوذ کے پڑھنے میں یہ راز ہے کہ شیطان کے سب سے بڑا اشر ریہ ہے کہ وہ کتاب اللہ کی تاویل میں وہ چیزیں وسوسہ کے طور پر ڈال دے کہ جس سے اللہ راضی نہ ہو۔([42])

یہاں شاہ صاحب کے یہ الفاظ "**تاویل کتاب** اللہ **مالیس بمرضی**" واضح اس چیز پر دلالت کر رہے ہیں کہ شاہ صاحب نے یہاں تاویل اللہ تعالیٰ کی مراد بیان کرنے کو لیا ہے، جس کو مفسرین تفسیر بھی کہتے ہیں۔

سر سید احمد خاں کا تصورِ تاویل:

سر سید احمد خاں نے اپنے فہمِ قرآن کے اسلوب اور منہج کے سلسلے میں ایک رسالہ تحریر کیا تھا، جس کا نام "تحریر فی اصول التفسیر" رکھا۔ اس رسالہ میں سر سید احمد خاں نے تقریباً پندرہ اصول ذکر کئے ہیں، جن کو سر سید نے فہمِ قرآن کے لئے بنیاد بنایا ہے۔

کلامِ مقصود اور کلامِ غیر مقصود:

سر سید نے اپنے رسالہ تحریر فی اصول التفسیر میں پندرہویں اصول کے تحت بعض ابحاث کی ہیں۔ ان میں سے ایک بحث کرتے ہوئے سر سید کلامِ مقصود و غیر مقصود کی بحث کرتے ہیں۔ سر سید کے نزدیک قرآن مجید میں دو طرح کا کلام پایا جاتا ہے۔ ایک تو کلامِ مقصود ہے۔ یعنی اس اللہ کی جو آیت قرآن مجید میں موجود ہے، اللہ کی اس آیت میں موجود الفاظ سے وہی مراد، جو ظاہری الفاظ سے متبادر ہو رہی ہو، کلام مقصود کہلاتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات کسی آیت کے ظاہری الفاظ سے کوئی مضمون متبادر ہو رہا ہوتا ہے، مگر وہ اللہ کا مقصد نہیں ہوتا، اس لئے وہ کلام تو ہوتا ہے، مگر وہ کلامِ مقصود نہیں ہوتا، بلکہ کلامِ مقصود اس آیت کے سیاق اور اس کے پس منظر میں غور کرنے کے

بعد ماخوذ ہونے والا کلام ہوتا ہے۔اس کی مثال سر سید نے قرآن مجید کی آیت" **ان اللذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنها لا تفتح لهم ابواب السمآء ----حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط**"(43) آیت کی دی ہے۔ سر سید کے نزدیک اس آیت میں اللہ کا مقصد اس امکان کا بتلانا نہیں کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو سکتا ہے، اور نہ ہی یہ بتلانا مقصد ہے کہ آسمان کے دروازے کھلتے ہیں، بلکہ کلام مقصود یہ ہے کہ جو لوگ ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں، ان کے لئے ابدی رحمت سے محرومی ہے۔(44)

تاویل اور متکلم کی مراد:

کلامِ مقصود اور کلامِ غیر مقصود کے ساتھ ہی سر سید نے تاویل کو بھی جوڑا ہے۔ سر سید کے نزدیک تاویل کا روایتی مفہوم یہ ہے کہ جب کسی لفظ کے وہ معنیٰ جس کے لئے وہ وضع کیا گیا ہے، ان کی مراد کلام میں صحیح نہیں بن رہی ہوتی، تو وہاں اس مراد کا لیا جانا جس سے قائل کا قول صحیح ہو جائے، تاویل کہلاتی ہے۔ سر سید اس مقصد کے تحت تاویل کو قرآن مجید میں جائز نہیں سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے دیکھا جائے کہ کسی لفظ سے متکلم کی مراد کیا ہے۔ اگر متکلم نے کوئی لفظ کسی معنیٰ کے لئے بولا ہے، اور متکلم کی مراد اس کے ظاہری معنیٰ نہیں ہیں، تو اس کے ظاہری معنیٰ کو چھوڑنا تاویل نہیں ہے، بلکہ یہ قائل کے اصلی مقصد کا ظاہر کرنا ہے۔ اور اگر متکلم کے خلافِ مقصد کسی لفظ کا چاہے ظاہری یا مجازی معنیٰ مراد لیا جائے، جو متکلم کی مراد نہ ہو، تو وہ تاویل ہوتی ہے۔ یعنی سر سید تاویل کو متکلم کی مراد کے خلاف لئے جانے والے معانی میں لیتے ہیں۔ اس ضمن میں سر سید نے ایک مثال یہ پیش کی ہے کہ اگر کوئی یہ ہے کہ زید اسد ہے۔ اگر کوئی شخص اس قائل کی مراد یہ لے کہ زید کوئی حیوان ہے، تو یہ اس کلام کی تاویل ہے، لیکن اگر کوئی یہ مراد لے کہ زید کے اندر اسد کی طرح شجاعت اور بہادری کا وصف موجود ہے، تو یہ متکلم کی حقیقی مراد ہے، تاویل نہیں۔ اسی طرح سر سید کے نزدیک جب بھی قرآن مجید میں کسی مقام پر کسی لفظ کے ظاہری معنیٰ کو چھوڑ کر مجازی معنیٰ لئے جاتے ہیں، تو وہ تاویل نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی حدِ بساط تک متکلم یعنی اللہ کے مرادِ اصلی تک پہنچنے کی کوشش ہوتی ہے۔(45)

سر سید کی مذکورہ بات سے یہی بات سمجھ آتی ہے کہ سر سید تاویل کو مذموم سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاویل کا وہ مفہوم ہے، جو متقدمین اور متاخرین نے تاویل محمود کے بجائے تاویل مذموم کے ذیل میں بیان کیا ہے۔ گویا کہ سر سید تاویل کو بہر صورت مذموم سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس ان کے نزدیک مجازی معنیٰ کی طرف متکلم کی حقیقی مراد کے لئے جانا تاویل نہیں ہے۔ جبکہ متقدمین و متاخرین اس مفہوم میں تاویلِ محمود کو لے کر آتے ہیں۔

شاہ صاحب اور سر سید کا مفہومِ تاویل میں موازنہ:

شاہ صاحب اور سر سید کے تاویل کے مفہوم میں فرق پایا جاتا ہے۔ شاہ صاحب تاویل کے مفہوم میں عموم کو لیتے ہیں، اور تاویل کو مذموم اور محمود دونوں اقسام کے تحت لاتے ہیں۔ اس کے برعکس سر سید تاویل کے معنیٰ کو محدود رکھ کر صرف مذموم کے تحت لاتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ شاہ صاحب نے تاویل کو چار معنوں میں استعمال کیا ہے، جبکہ سر سید نے تاویل کی ایک منفرد تشریح پیش کی ہے۔ شاہ صاحب سب سے پہلے تاویل کو تفسیر اور تعیین کے معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک اس طرح کی تفسیر و تعیین قرآن مجید میں مذموم ہے، اور اس کی دلیل میں شاہ صاحب نے ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ آیت پیش کی ہے۔([46])دوسرا شاہ صاحب تاویل کو مصداق کے معنیٰ میں، تیسرا مفہومِ غیر ظاہری، یعنی موؤل اور چوتھا تاویل بمعنیٰ تفسیر میں استعمال کرتے ہیں۔ پہلے معنیٰ تو شاہ صاحب کے نزدیک تاویلِ مذموم ہے، دوسرا، تیسرا اور چوتھے مفہوم میں شاہ صاحب تاویلِ محمود کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

سر سید بھی تاویل کا یہی مفہوم پیش کرتے ہیں کہ متکلم کی مراد کے برخلاف جاکر قرآن مجید کی کسی آیت کے معنیٰ کو لینا تاویل ہے۔([47]) لیکن یہاں شاہ صاحب اور سر سید کی رائے میں قدرے فرق پایا جاتا ہے۔ شاہ صاحب اس معنیٰ میں تاویلِ مذموم صرف آیاتِ متشابہات، صفاتِ الٰہیہ اور دیگر قرآن میں مبہم شخصیات کی تعیین کے لئے پیش کرتے ہیں، جبکہ سر سید تاویل کو متکلم کی مراد کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ پھر چاہے وہ آیت متشابہات کے ساتھ تعلق رکھتی ہو، یا پھر صفاتِ الٰہیہ کے ساتھ یا پھر دیگر احکامِ شرعیہ ودیگر قرآنی آیات کے ساتھ متعلق ہوں۔ کیونکہ سر سید نے اس ضمن میں مجازی وظاہری دونوں معنوں کو بیان کرتے ہوئے یہ بات واضح انداز میں کی ہے کہ اصل مقصد متکلم کی مراد تک پہنچنا ہے، پھر چاہے وہ ظاہری معنی کو لے کر ہو یا مجازی معنیٰ کو لے کر ہو۔ اگر متکلم کی مراد تک وہ معنیٰ نہ پہنچ رہا ہو، تو وہ تاویل ہے، جو کہ جائز نہیں۔([48])اسی طرح شاہ صاحب نے تاویل کو باقی تین معنوں میں استعمال کیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شاہ صاحب نے پہلا اور چوتھا مفہوم قرآن مجید کے لئے، تیسرا حدیث کے لئے اور چوتھا فقہ کے لئے استعمال کیا ہے، جس سے شاہ صاحب کا فہمِ تاویل ہمہ گیر اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے، اور یہ نہ صرف قرآن مجید کا بلکہ احادیث اور فقہ کا بھی احاطہ کرتا ہے۔

نتائج:

1۔ متقدمین نے تاویل کو تفسیر کے معنیٰ میں ہی استعمال کیا ہے۔ جبکہ متاخرین نے تاویل کو تفسیر کے بالقابل بیان کیا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی آیت کی تفسیر کسی شرعی دلیل سے کی جائے، تو وہ تفسیر اور جو اپنے رائے سے کی جائے، تو وہ تاویل ہے۔

2۔ متقدمین میں سے دیگر حضرات نے تفسیر اور تاویل میں فرق اپنے ذوق اور میدان کے مطابق دیگر وجوہات کی بنیاد پر بھی بیان کیا ہے۔

3۔ شاہ صاحب نے تاویل کو چار معنوں میں استعمال کیا ہے۔ جن میں سے ایک مذموم اور تین محمود ہیں۔

4۔ سر سید احمد خاں نے تاویل کو صرف مذموم معنیٰ میں ہی استعمال کیا ہے، جو کہ سر سید کے نزدیک جائز نہیں۔

5۔ شاہ صاحب تاویل کو عمومی طور پر کئی معنوں میں استعمال کرتے ہیں، جبکہ سر سید صرف ایک معنیٰ میں ہی تاویل کو استعمال کر کے اسے محدود رکھتے ہیں۔

حواشی

[1] رازی، زین الدین، مختار الصحاح (المکتبة العصریة، الدار النموذجیة، بیروت، صیدا، الطبعة الخامسة 1999) ص239

[2] جرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات (دارالکتب العلمیةبیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ 1984) ص47

[3] فیروزآبادی، مجد الدین، القاموس المحیط (مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، الطبعة الثامنة 2005) ص456 والجرجانی

[4] آل عمران 3:27

[5] الفرقان25:33

[6] آل عمران 3:7

[7] النسآء 4:59

[8] الاعراف7:53

[9] یونس 10:39

[10] خازن، علی بن محمد، لباب التاویل فی معانی التنزیل (دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة الاولیٰ 1415ھ) ج2ص528

[11] یوسف 12:6

[12] یوسف 12:37

[13]یوسف12:44

[14]یوسف 12:45

[15]یوسف 12:100

[16]الکھف 18:78

[17]الکھف 18:82

[18]طبری، محمد بن جریر جامع البیان فی تاویل القرآن(مؤسسة الرسالة، الطبعة الاولی 1420ھ)ج1ص111

[19]طبری، جامع البیان فی تاویل القرآن ج1ص237

[20]ذھبی، دکتور محمد حسین، التفسیر والمفسرون(مکتبة وھبة القاھرة)ص15

[21]قرافی احمد بن ادریس، انوار البروق فی انواء الفروق(دارالکتب العلمیة 1418ھ)ج1ص258

[22]نووی، ابوزکریا یحیی بن شرف، شرح النووی علی صحیح مسلم(دار إحیاء التراث العربي – بیروت، الطبعة الثانیة 1392)ج3ص19

[23]سبکی، تاج الدین، طبقات الشافعیة الکبریٰ(ھجر للطباعة والنشر والتوزیع، الطبعة الثانیة 1413ھ)ج5ص191

[24]ماتریدی، ابو منصور، تفسیرالماتریدی(دارالکتب العلمیة 1425ھ)مقدمة التحقیق ج1ص185

[25]طبری، محمد بن جریر جامع البیان فی تاویل القرآن(مؤسسة الرسالة، الطبعة الاولی 1420ھ)ج1ص111

[26]التوبة 9:37

[27]اصفھانی، راغب حسین بن محمد، تفسیر الراغب الاصفھانی(دارالوطن الریاض 1424ھ)ج2ص422

[28]ماتریدی، تفسیرالماتریدی مقدمة التحقیق ج1ص185

[29]ثعلبی، احمد بن محمد، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن(داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 1422ھ)ج1ص87

[30]بغوی، حسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن(داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 1420ھ)ج1ص69

[31]مزمل 73:4

[32]ذھبی، التفسیر والمفسرون(مکتبة وھبة القاھرة)ص16

[33]آلوسی، محمود بن عبد اللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی(دارالکتب العلمیة 1415ھ)ج1ص6

[34]ذھبی، التفسیر والمفسرون(مکتبة وھبة القاھرة)ص17

[35]القرآن 78:18

[36]عتمی، عبد الرحمن بن یحیی، رسالة فی حقیقة التاویل(دار اطلس الخضراء للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعة الاولی 2005)ص44

[37]دھلوی شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر(دار الصحوة – القاھرة 1407)ص77

[38]آل عمران 3:7

[39]دهلوی شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص77

[40]دهلوی، شاه ولی الله، حجة الله البالغة(دار الجیل، بیروت – لبنان، الطبعة الاولیٰ 2005)118

[41]دهلوی، شاه ولی الله، حجة الله البالغة ج1ص239

[42]دهلوی، شاه ولی الله، حجة الله البالغة ج1ص239

[43]القرآن 40:7

[44]خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر (خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ 1995) ص59

[45]خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر ص54

[46]دھلوی شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص77

[47]خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر ص52

[48]خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر ص54